ڈاکٹر محمد حمید اللہ

عربی حبشی تعلقات اور مکاتیب نبوی

قدیم زمانے میں حبش نامی ایک قبیلہ ہمیں یمن میں ملتا ہے۔ اسی بنا پر نیز علم کاسۂ سر کے تحقیقاتی نتائج کے طور پر اب یہ خیال روز افزوں مقبولیت حاصل کرتا جارہا ہے کہ حبشی اصل میں یمن سے آئے ہوئے نوآبادکار ہیں۔ حبشہ (یا ابی سینیا) میں ایک صوبہ "امہرہ" بھی ہے۔ اس کا اب "مہرہ" سے تعلق قائم کیا جارہا ہے، جو جنوبی عرب میں حضرموت کے مشرق میں ایک بڑا علاقہ ہے۔ لسانیاتی تحقیقات نے بھی مہرہ اور امہرہ کی بولیوں میں بڑی قربت ثابت کردی ہے، اور میں نے ۱۹۳۳ء میں دیکھا تھا کہ جامعہ پاریس کے مدرسۃ السنۂ مشرقیہ میں اس مسئلے پر خاص طور سے توجہ کی جارہی تھی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تقریباً ایک سو سال پہلے ذُونواس نامی ایک یہودی بادشاہ گزرا ہے۔ اس کے زمانے میں صوبۂ نجران میں عیسائیت بہت عام ہوگئی تھی۔ طبری نے دو روایتیں بیان کی ہیں۔ ذونواس نے یہودیت میں غلو کے باعث نجرانیوں کو عیسائیت چھوڑنے اور یہودیت قبول کرنے کا حکم دیا[۱] —— یا یہ کہ ایک یہودی کے دو بچے نجران میں مارے گئے تھے اور ان کے باپ کی شکایت پر اس نے نجرانیوں کو نہائیہ دالٹی میٹم) بھیجا[۲]۔ اور جب نجرانیوں نے عیسائیت کو چھوڑنے سے انکار کیا تو ایک فوج لے کر ان کے صوبے میں پہنچا اور عیسائیوں کا بڑی بے رحمی سے قتل عام کیا۔ چنانچہ بڑے بڑے کھڈے یا گڑھے کھدائے ان میں آگ جلادی اور عیسائیت سے انکار نہ کرنے والوں کو ان میں زندہ جھونک دیا[۳]۔ مفسرین کا خیال ہے کہ قرآن مجید (۸۵: ۴تا۵) میں آیت (قتل اصحٰب الاخدود و النار ذات الوقود) میں اسی واقعے کی جانب اشارہ ہے[۴]۔

بچے کھچے آدمیوں میں سے ایک حبشہ پہنچنے میں کسی نہ کسی طرح کامیاب ہوگیا۔ اس نے جلی ہوئی انجیل نجاشی[۵]

۱؎ تاریخ طبری صفحہ ۹۲۵ ۲؎ تاریخ طبری صفحہ ۹۲۶ ۳؎ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے حیرہ کے حکمران کو بھی ترغیب دلائی کہ وہ اپنے علاقے میں عیسائیت کو ختم کردے جیسا سریانی و دیگر حوالوں سے دیورژے نے اپنی فرانسیسی کتاب "عرب" صفحہ ۸۲ عمود دوم و صفحہ ۸۳ عمود اول و تعلیق ۱ میں بیان کیا ہے ۵؎ یہ لفظ عربی میں غیر مشدد جیم کے ساتھ مستعمل ہے۔ اس معرب لفظ کا حبشی اصل نگوس (N G O S) ہے۔ جس کے لفظی معنے بادشاہ کے ہیں۔ اس سے مراد کوئی علم نہیں بلکہ حبشہ کا بادشاہ ہوتا ہے۔

کو دکھائی اور فریاد وزاری کرکے انتقام پر توجہ دلائی۔ نجاشی نے جلی ہوئی انجیل بیزنطینی شہنشاہ کے پاس قسطنطنیہ بھیج دی اور کشتیاں مہیا کرنے کی استدعا کی ـــــ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ نجران کا فریادی براہ راست قیصر ہی کے پاس پہنچا تھا۔ اس نے کہا کہ میرا ملک بہت دور ہے میں خود کچھ نہیں کر سکتا۔ البتہ نجاشی کو میں خط لکھتا ہوں وہ بھی عیسائی ہے اور اس کا ملک تمہارے ملک کے قریب ہے۔ وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارا انتقام لے گا ـــــ قیصر کی مہیا کردہ کشتیاں حبشی بندرگاہوں میں پہنچ گئیں اور خود نجاشی نے سات سو کشتیاں تیار کرائیں اور مقامی بندرگاہوں میں تجارت کی غرض سے آئی ہوئی ایرانی اور دیگر تاجروں کی بھی بہت سی کشتیاں بیگار کے لیے روک لی گئیں۔ ان سب پر عرب کی مقامی روایتوں کے مطابق ستر ہزار اور یونانی مورخوں کے مطابق ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی سوار کیے گئے اور آبنائے باب المندب کو عبور کرکے، جس اثنا میں بہت سی کشتیاں طوفان میں ڈوب گئیں، یمن کے ساحل پر جا اترے۔ ابن الکلبی کا بیان ہے کہ پہلے کچھ فوج بھیجی گئی جو بذات خود اتنی کافی تھی کہ ذونواس کو مقابلے کی تاب نہ رہی۔ اس لیے اس نے بہت بڑی رقم پیش کرنے کے وعدے پر امان چاہی اور جب حبشی افسر رقم وصول کرنے آئے تو دھوکے سے انہیں قتل کرا دیا۔ پھر بے سری فوج کا صفایا آسان کام تھا۔ اس شکست کا انتقام لینے کے لیے نجاشی نے ستر ہزار حبشی فوج بھیجی۔ لاطینی مورخوں کے مطابق پندرہ ہزار کا مقدمۃ الجیش پیاس اور تھکن کے باعث تباہ ہوگیا۔

لڑائی کا انجام یہ ہوا کہ ذونواس کو شکست ہوئی اور اس نے خودکشی کر لی۔ اس کے بعد یمن پر حبشی قبضہ ہوگیا اور یہ علاقہ نجاشی کے قبضے میں آگیا۔[1]

ابرہہ کی گورنری

کچھ دن بعد دو بڑے حبشی افسروں ارياط اور ابرہہ میں اَن بن ہوگئی اور ارياط کو قتل کرکے ابرہہ یمن کا گورنر بن گیا۔ نجاشی کو بھی امر واقعہ کا گوارا کرنا اور ابرہہ کی گورنری کو تسلیم کرنا ہی بہتر معلوم ہوا تاکہ ملک میں مزید خونریزی نہ ہو۔ ابرہہ بڑا دیندار عیسائی تھا۔ اس نے ملک میں عیسائیت کے پھیلانے کی بڑی سرگرم کوشش کی اور یمن کے پائے تخت صنعا میں ایک بہت بڑا کلیسا تعمیر کرایا جس کا نام قلیس (یعنے کلیسا) رکھا۔ اس کی تعمیر میں بیزنطینی قیصر نے قسطنطنیہ سے بہت سے کاریگر، سنگ رخام اور چینی کی منقش اینٹیں بھیجیں۔ جب کلیسا تعمیر ہو گیا تو اسکندریہ کے بطریق نے ایک اطالوی پادری گرے جن تیوس (GREGENTIUS) کو وہاں

---

[1] تفصیلات کے لیے سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۴، مابعد طبقات ابن سعد ج ۱ صفحہ ۵۵ تا ۵۶۔ تاریخ طبری صفحہ ۹۲۵، مابعد معارف ابن قتیبہ صفحہ ۳۱۱ اخبار الطوال للدینوری صفحہ ۶۲۔ ڈیورنڈ سے کی فرانسیسی کتاب "عرب" صفحہ ۷۰۔

روانہ کیا[1]۔ نجران میں بھی ایک گرجا اور "شہدار" کا قبرستان تعمیر کیا گیا۔

مأرب کے تالاب کا کتبہ

ابرہہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک رعایا پرور حکمران ثابت ہوا۔ اس نے تالابوں کی تعمیر پر بھی توجہ کی۔ اس کے کتبے اب بھی یمن میں دستیاب ہوتے ہیں۔ اور ان سے بہت سی تاریخی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مأرب کے تالاب کا کتبہ دلچسپی کی خاطر (ارض القرآن مؤلفہ سلیمان ندوی سے) نقل کیا جاتا ہے:

"مہربان رحم والے (رحمان ورحیم) اس کے مسیح اور روح القدس کی مہربانی سے ابرہہ اکسومی جبشیوں کا رئیس اراحیس ذبمیان شاہ حبش کا محکوم سبا، ذوریدان، حضرموت، یمنات، تہامہ اور نجد کا بادشاہ یہ یادگار قائم کرتا ہے کہ اس نے اپنے عامل یزید بن کبشہ پر فتح پائی جس کو اس نے کندہ اور ردوئی پر حاکم بنایا تھا اور سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اور رؤسائے سبا میں سے مرہ، ثمامہ، حنش، مرثد اور صنف ذو (یعنے قلعہ دار) خلیل اور آل یزن، رؤسائے معدی کرب بن سمیفع اور ہفان اور اس کے رشتہ دار فرزندان اسلم اس کے ساتھ تھے۔

"بادشاہ نے اس کے مقابلے میں جراح قلعہ دار زنبور کو بھیجا۔ یزید نے اس کو مار ڈالا اور قصر کدار کو ڈھا دیا۔ اور کندہ، حریب اور حضرموت کے قبائل سے اس نے جمعیت اکٹھا کی ....

"بادشاہ کو خبر ملی تو اپنی حمیری اور حبشی فوج ہزاروں کی تعداد میں ماہ ذوالقیاط۔ سنہ ۶۵۷ (یمنی، مطابق سنہ ۵۴۳ء) میں لے کر چلا۔ جب مأرب کی وادیوں میں پہنچا تو یزید خود آیا اور تمام سرداروں کے سامنے اس کی اطاعت قبول کرلی ......

"اس اثنار میں مأرب کے تالاب کی دیوار، حوض اور دروازے کے ٹوٹنے کی خبر ماہ ذوالمارح سنہ ۶۵۷ (یمنی، مطابق ۵۴۳ء) میں آئی۔ قبائل کو فرمان بھیجا کہ پتھر، لکڑی اور سیسہ بند کے درست کرنے کے لیے مہیا کریں۔ بادشاہ پہلے مأرب گیا اور وہاں کے کنیسے میں نماز ادا کی۔ پھر موقع پر گیا۔ نیو کھودی اور تعمیر شروع ہوئی ......

"بادشاہ ان رئیسوں سے معاہدہ کرکے واپس آیا۔ شہزادہ اکسوم، قلعہ دار معاہر یعنے فرزند بادشاہ مرحزف قلعہ دار وزناج، عاول قلعہ دار فانش اور قلعہ داران شوملمان "شعبان" رعین، ہمدان وغیرہ۔

---

[1] چنانچہ (۲۳) دفعات کا ایک دستور العمل اس نے ملک میں نافذ کرایا جس کی یونانی اصل اب بھی ویانا کے کتب خانے کے مخطوطوں میں محفوظ ہے۔ (دیکھئے ڈیورڈسے کی فرانسیسی کتب عرب صفحہ ۱۰، کالم دوم، تعلیق)

"مہربان (رحمان) کی عنایت سے نجاشی، قیصر روم، منذر (یعنے حیرہ کے بادشاہ) اور حارث بن جبلہ (غسان کے بادشاہ) اور دوسرے بادشاہوں کی طرف سے دوستی اور محبت کے اظہار کے لیے ماہ دوان ۶۶۰ (یمنی، مطابق سنہ ۵۴۳ء) میں سفیر آئے ......"

اصحاب الفیل

مآرب ساگر کی اس مرمّت کے ستائیس سال بعد ۵۷۰ء میں اس ابرہہ نے مکہ معظمہ پر حملہ کیا۔ عرب مؤرخ اسے اصحاب الفیل کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جدید یورپی مولفوں کا خیال ہے کہ ابرہہ حقیقت میں خشکی کی راہ سفر کر کے شام جانا اور بیزنطینی شہنشاہ کو ایران کے خلاف مدد دینا چاہتا ہو گا۔ مگر عرب مؤرخ اُس کا باعث اپنے بعض ہموطنوں کی شرارت بتاتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ قلیس (کلیسائے صنعا) کی تعمیر سے بت پرست عربوں کو سخت غصہ آیا اور ان میں سے ایک من چلے کو جو سوجھی تو وہاں پہنچ کر چپکے سے ایک رات وہاں غلاظت کی اور بھاگ آیا۔ دریافت اور تحقیقات پر یہ قیاس کیا گیا کہ کسی مکے والے کی شرارت ہے اور کعبے کی خاطر قلیس کی تذلیل کی گئی ہے۔ غرض ابرہہ بہت سی فوج اور ایک ہاتھی لے کر روانہ ہوا۔[1] جب مکے کے قریب پہنچا تو قرآن مجید کے مطابق پرندوں کے جھنڈ (طیراً ابابیل) آئے اور پڑاؤ پر کنکریاں گرائیں۔ نہ معلوم یہ کنکریاں کن جراثیم سے متاثر تھیں کہ فوج میں وبا پھیل گئی۔[2] بہت سے لوگ مر گئے۔ کچھ ابرہہ کے ساتھ یمن واپس ہو گئے۔ اور کچھ جو بیمار ہو گئے وہیں رہ گئے۔ یہ لوگ سپاہی تھے۔ اس لیے یہ امر قرین قیاس ہے کہ بعد میں یہ مکے والوں کے ان محافظ دستوں میں کام کرنے لگے ہوں جو کارو انوں کی حفاظت کے لیے قافلے کے ساتھ آیا جایا کرتے تھے۔ ہاتھی کے اسی واقعے کے سال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

یورپی مؤرخوں کا خیال ہے کہ چونکہ حبشہ بیزنطینی حکومت کے ماتحت نہیں تو زیر اثر ضرور تھا، اس لیے بیزنطینی حکومت کو توقع تھی کہ یمن پر حبشی قبضے سے اسے معاشی مدد ملے گی اور ہندوستان سے ریشم کی خریداری یمن کے ذریعے سے آسان ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں کئی بیزنطینی سفارتیں بھی یمن آئیں۔ لیکن ایرانی تاجر اپنے وسیع کاروبا

---

[1] اکثر مورخ یہی کہتے ہیں اور قرآن مجید میں اصحاب الفیل میں "فیل" کا لفظ واحد ہی آیا ہے گو بعض مورخین کہتے ہیں کہ متعدد ہاتھی تھے۔ ابن ہشام اور طبری (صفحہ ۹۴۵) نے ہاتھی کا نام "محمود" لکھا ہے۔ ایک حبشی ہاتھی کا نام خالص عربی ہو قرین قیاس نہیں۔ ممکن ہے یہ لفظ MAMMOTH کا معرب ہو اور یہ ہاتھی ممومث نسل کا ہو۔ طبری کے مطابق یہ ہاتھی جو غیر معمولی قد و قامت کا تھا۔ ابرہہ کی درخواست پر نجاشی نے حبش سے یمن بھیجا تھا۔

[2] عرب مورخ بیان کرتے ہیں کہ حجاز میں چیچک وغیرہ وبائیں پہلی مرتبہ اسی وقت آئیں۔ اس سے پہلے لوگ ان سے واقف نہ تھے۔ (طبری صفحہ ۹۴۵)۔

[3] الازمنہ والامکنہ، باب اسواق العرب۔

کے باعث منڈیوں پر چھائے رہے بلکہ خود عدن اور دیگر یمنی منڈیوں میں ایرانی اثر روز افزوں ہی ہوتا گیا۔ چنانچہ مرزوقی[۱] نے بیان کیا ہے کہ عدن میں عطر بنتا تھا جو اپنی لاجواب خوبیوں کے باعث ہند اور سندھ اور فارس و روم تک وساور ہوتا تھا ابھی ابرہہ کے انتقال کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایرانیوں نے یمن پر حملہ کیا اور حبشیوں کو شکست دے کر اس پر قبضہ کر لیا[۲]۔

حجازی عربوں کے تعلقات

حجازی عربوں کے تعلقات حبشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت قدیم رہے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد حبشی الفاظ کا پایا جانا اس سلسلے میں کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ قدیم زمانے میں چین اور ہندوستان کا تجارتی مال یمن آتا اور خشکی کے راستے حجاز اور شام سے گزر کر یورپ جاتا تھا۔ جب رومیوں اور بیزنطینیوں نے بحر احمر میں نقل و حمل شروع کر دی تو حجازیوں کے روزگار پر خاص کر بہت اثر پڑا تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم نے سخت جد و جہد کی اور ہمسایہ ممالک سے تجارتی کارروانوں کے لانے کی اجازت حاصل کی۔ ابن سعد[۳] اور امام ابن حنبل[۴] وغیرہ[۵] کا بیان ہے کہ قیصر روم نے ہاشم کو شام آنے کا پروانہ عطا کیا اور اپنے زیر اثر فرمانروائے حبش کے نام بھی ایک سفارشی خط لکھ دیا۔ ہاشم نے اپنے بھائی کو حبشہ بھیجا اور ان کو نجاشی نے قیصر کی سفارش کی بنا پر اس بات کا منشور عطا کیا کہ ان کا تجارتی کارروان حبشہ آیا کرے۔ وادیٔ غیر ذی زرع (مکہ) کے تجارت پیشہ اپنے اور آس پاس کے علاقے سے عموماً چمڑے، گوند، لوبان وغیرہ بیچنے کے لیے لے جاتے تھے۔ قریبی میلوں میں گھی وغیرہ بھی بیچتے تھے۔ اونی کپڑے اور قبائیں بھی عرب کی مقامی پیداوار میں شامل تھیں۔ ان چیزوں کے بدلے میں وہ زیادہ تر غلہ حاصل کیا کرتے تھے۔ حکومت شام نے ہتھیار کی برآمد بند کر دی تھی۔ موقع ملتا تو یہ لوگ اس کو بھی چوری چھپے درآمد کر لیا کرتے تھے[۶]۔ حبشہ جانے کے دو راستے تھے۔ حجاز سے خشکی کی راہ فلسطین اور مصر ہوتے ہوئے جاتے یا بندرگاہ جدہ سے کشتیوں پر سوار

۱۔ الازمنہ والامکنہ، باب اسواق العرب ۲۔ تاریخ طبری صفحہ ۹۵۲ و مابعد ۳۔ طبقات جلد ۱ صفحہ ۴۳، ۴۵ ۴۔ مسند جلد ۱ صفحہ ۲۶۱
۵۔ تاریخ طبری صفحہ ۱۰۸۹، مابعد۔ تاریخ یعقوبی جلد ۱ صفحہ ۲۸۰۔ لسان العرب تحت کلمۂ ایلاف۔ نیز سورۂ ایلاف کی تفسیریں ایلاف کے معنے بھی امن نامے کے ہیں۔ دیکھئے کتاب المحبر لابن حبیب ورق ۸۰/ب

۶۔ لامنس کی فرانسیسی کتاب "مکہ بوقت ہجرت" صفحہ ۱۲۵ تا ۱۳۰ بحوالہ جرمن کتاب گوتر بوک۔ نیز ہفیننگ کی جرمن کتاب "اسلامی قانون خارجہ" صفحہ ۱۰۷۔ مجموعہ قوانین جسٹی نین (کتاب کوڈ حصہ چہارم باب ۴۱ ب و ۴۳) میں تلوار و دیگر ہتھیار، نیل اور شراب وغیرہ کی برآمد "وحشی" علاقے میں ہونے دینے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اور قدیم رومی حکمرانوں کے احکام کا بھی ان دفعات میں ذکر کیا گیا ہے۔ ان طویل لاطینی دفعات کا ترجمہ کرنے کی جگہ یہاں خلاصہ دیا گیا ہے۔

ہوکر باب المندب سے ہوتے ہوئے کسی حبشی بندرگاہ میں جا اُترتے۔ قرآن مجید میں سمندر کا نہایت مدققانہ تذکرہ اور کشتیوں کے چلنے، طوفان اور خراب موسم سے دوچار ہونے اور سمندری مسافروں کے پریشان ہونے کا نفسیاتی منظر اور سب سے بڑھ کر بحری اصطلاحات وغیرہ کے طور پر بعض حبشی الفاظ کا استعمال ـــــ یہ تمام امور بتاتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین مکی و حجازی مخاطب بحری سفر اور حبشی سمندر سے کتنی گہری واقفیت رکھتے تھے۔ اگر عربی مورخوں پر اعتماد کیا جائے تو مکی تاجر خود نجاشی سے شخصی تعارف رکھتے تھے اور اس کے دربار میں باریاب ہوا کرتے تھے۔ شاید نبی کریمؐ کو بھی کبھی نبوت سے پہلے اس کا موقع پیش آیا ہو، اگرچہ سیرت نگار اور سوانح نویس اس بارے میں خاموش ہیں۔ لیکن جو شخصیت زیادہ تر اپنے تجارتی معاملات میں راست بازی کے باعث الامین کے قومی خطاب سے مخاطب ہوئی ہو، جس نے نہ صرف یمن اور شام کا بلکہ بروایت امام حنبل بحرین و عمان جیسے دور دراز ممالک کا خاصا تفصیلی سفر کیا ہو، اس سے یہ بات اس زمانے میں عقلاً بعید نہیں معلوم ہوتی کہ کبھی حبشہ بھی گئی ہو، جہاں اس کے ہم وطن ہر سال نہیں تو اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ آپؐ نے اپنے چچا زاد بھائی کو حبشہ ہجرت کرتے وقت جو تعارفی خط عطا[۱] فرمایا تھا، اور جس میں نجاشی کو واقفانہ انداز میں لکھا تھا کہ ان نو آمدوں کا مہمان نوازانہ استقبال کرے وہ بھی اس گمان کو مزید تقویت پہنچاتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

۶۱۰ء میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مکۂ معظمہ میں اس بات کا اعلان فرمایا کہ آپؐ کو خدا نے اپنا پیغام رساں بنا کر بغرضِ ہدایت بھیجا ہے۔ بت پرست یا بے مذہب ہم شہریوں کو جب خدائے واحد پر ایمان لانے کے لیے کہا گیا اور بتوں کی بے سودی کا بڑی شد و مد سے ذکر ہوا تو نامعقول جوش و خروش سے اس کی مخالفت ہوئی اور اکّا دکّا جو بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے ان کی جان کے لالے پڑ گئے۔

چار پانچ سال کی ان تھک اور بے لوث تبلیغ کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند درجن مکی مسلمان ہو گئے۔ شہر میں ہم وطنوں کے ہاتھوں جس فتنہ و فساد سے سابقہ تھا اُس کے باعث آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو مشورہ دیا کہ ترکِ وطن کر کے حبش چلے جائیں "جہاں ایک منصف مزاج بادشاہ حکمران ہے اور جس کے ملک میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا[۲]" ان مہاجرین میں جو حبش گئے آں حضرتؐ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر طیارؓ بھی شامل تھے۔

مکتوباتِ نبوی

تاریخ نے ایسے کوئی دو ڈھائی سو خط محفوظ کئے ہیں جو آں حضرتؐ نے مختلف قبائلی شیوخ، صوبجاتی افسروں

۱؎ جیساکہ آیندہ مفصل بیان ہوگا

۲؎ سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۰۸

اور ہمسایہ حکمرانوں کے نام تحریر فرمائے تھے۔ جو شخص پورے جزیرۂ نمائے عرب کا حکمران بن چکا ہو، اس کے لیے یہ تعداد کچھ بڑی نہیں —— اور انہیں خطوں میں سے ایک جسے طبری، ابن القیم، قسطلانی اور قلقشندی نے اپنی کتابوں میں محفوظ کیا ہے یہ ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

"من محمد رسول الله الى النجاشي الأصحم ملك الحبشة• الئ احمد اليك الله الذي لا إلٰهَ الا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن و اشهد ان عيسى بن مريم روح الله وكلمته القاها الى مريم البتول الطيبة الحصينه حمتلد من روحه ونفخه كما خلق آدم بيده - و انى ادعوك الى الله وحدهٗ لا شريك لهٗ وان تتبعني وتومن بالذي جاءني فاني رسول الله وانّي ادعوك وجنودك الى الله عزّ وجل وقد بلغت ونصحت فاقبلوا لنصحي وقد بعثت اليكم ابن عمي جعفراً و معه نفر من المسلمين فاذا جاءك فاقرهم ودع التجبّر والسلام على من اتبع الهدىٰ -

محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبشہ کے نام۔ میں اس خدا کی تعریف تمہیں لکھتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو مقدس، سلامتی والا، امان دہندہ اور سلامت رکھنے والا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ مریم کے بیٹے روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں جن کو پاک اور برائی سے محفوظ مریم بتول کی طرف ڈالا گیا تو وہ خدا کی روح اور پھونک سے حاملہ ہوئیں جیسا کہ خدا نے حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا۔ میں تجھے خدائے واحد لاشریک کی طرف بلاتا ہوں تاکہ تو میری اتباع کرے اور مجھ پر نازل شدہ چیز پر ایمان لائے۔ کیونکہ میں خدا کا رسول ہوں میں تجھے اور تیرے لشکروں کو خدائے عزوجل کی طرف بلاتا ہوں میں نے پیام پہنچا دیا اور بہی خواہی کی ہے۔ اب میری بہی خواہانہ نصیحت کو قبول کر۔ اور میں نے تیرے پاس اپنے چچازاد بھائی جعفر کو بھیجا ہے جس کے ہمراہ چند مسلمان بھی ہیں جب وہ تیرے پاس آئے تو ان کی مہانداری کر اور تکبر چھوڑ دے۔ سلام اس پر جو راہ ہدایت پر چلے۔

عام طور سے اسلامی مورخ اس خط کو سنہ ۶ھ کے اواخر کے واقعات میں بیان کرتے ہیں جب کہتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد ہمسایہ ممالک کے فرمانرداؤں کو دعوتِ اسلام کی تبلیغ کی۔ مگر اوپر نقل کیے ہوئے خط کا آخری فقرہ غور طلب ہے "میں نے اپنے چچازاد بھائی جعفر کو تیرے پاس بھیجا ہے اور اس کے ساتھ کچھ مسلمان ہیں۔ جب وہ تیرے پاس آئے تو ان کی مہمان داری کر . . . . . " کیا یہ عبارت سنہ ۶ ہجری میں لکھی جا سکتی ہے، جب کہ ان مہاجرین کو حبشہ پہنچے ہوئے پندرہ سال ہونے کو آئے تھے؟ بظاہر یہ خط تعارف کی غرض سے حضرت جعفر طیار کو دیا گیا تھا جب وہ حبشہ جا رہے تھے۔ اگر سیرت نگاروں کی خاموشی کو کوئی مانع نہ قرار دیا جائے تو خط کے واقف کارانہ انداز سے یہ گمان ہوتا ہے کہ نبوت سے پہلے آں حضرت خود حبشہ تشریف لے گئے اور مثل بعض دیگر ملکی تاجروں کے نجاشی سے شخصی تعارف حاصل کیا تھا۔ آپ کا مہاجرین سے

چلتے وقت فرمانا کہ "حبش میں ایک ایسے بادشاہ کی حکمرانی ہے جس کے دَور میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا" اس کی مزید تائید کر سکتا ہے۔ احادیث میں بعض وقت آں حضرتؐ کی زبان سے چند جاتی الفاظ بھی مروی ہیں۔

اتفاق سے ۱۹۳۹ء میں جب میں آکسفرڈ میں "کتابت مدینہ" پر لیکچر دینے گیا تھا تو پروفیسر مارگولیوث آں جہانی نے میری توجہ اس جانب منعطف کرائی کہ اسکاٹ لینڈ کے ایک مستشرق کو حال میں یہ خط ملا ہے اور میری مراسلت موصوف کو بھیج دی۔ اس کے جواب میں مستشرق مذکور (ڈی۔ ام ڈنلاپ ساکن براؤٹی کرک اسکاٹ لینڈ) کا جواب ملک شام سے ۲ رجون ۱۹۳۹ء کا چلا ہوا مجھے حیدرآباد میں ملا جس میں لکھا تھا کہ بعض غیر معمولی حالات میں یہ خط فلسطین کے ایک پادری کے پاس سے حال میں خریدا گیا ہے اور یہ کہ وہ اسے جلد لندن کے رسالہ جے آر۔ اے ایس میں ایک مضمون کے ساتھ شائع کرانے والا ہے۔ مزید مہربانی سے اس نے خط کی ایک دستی نقل فوراً بھیج دی۔ فوٹو وطن واپسی پر بھیجنے کا وعدہ کیا۔ لیکن اس دوران میں جنگ عالمگیر چھڑ گئی۔ مذکورہ نقل یوں ہے:

۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
۲۔ محمد رسول اللہ الی النجا۔
۳۔ شی عظیم الحبشۃ سلام علی من۔
۴۔ اتبع الہدی اما بعد فانی احمد الیہ۔
۵۔ ک اللہ الذی لا الہ الا ہو الملک۔
۶۔ القدوس السلام المومن المہیمن۔
۷۔ واشہد ان عیسی بن مریم روح۔
۸۔ اللہ وکلمتہ القاہا الی مریم البتو۔
۹۔ ل الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسی من ر۔
۱۰۔ وحہ ونفخہ کما خلق آدم بیدہ و۔
۱۱۔ انی ادعوک الی اللہ وحدہ لا شر۔
۱۲۔ یک لہ والموالاۃ علی طاعۃ وان۔
۱۳۔ تتبعنی وتومن بالذی جاءنی فانی ر۔
۱۴۔ سول اللہ۔ وانی ادعوک وجنو۔
۱۵۔ دک الی اللہ عزوجل وقد بلغت۔
۱۶۔ ت ونصحت فاقبل نصیحتی والسلام۔
۱۷۔ علی من اتبع الہدی

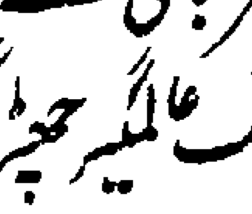

اس خط سے میرے عرصے کے اس گمان کی تائید ہوتی ہے کہ مذکورۂ صدر تعارفی خط میں دو خطوط کی عبارتیں مدغم ہوگئی ہیں۔ چنانچہ یہاں جعفر طیار کے تعارف کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی "دع التجبر" کا درشت انداز بیان۔

اس کے بعد مسٹر ڈنلاپ کا ایک اور خط گلاسگو سے آیا جس میں انہوں نے لکھا کہ ان کا موعودہ مضمون رسالہ جے۔ آر۔ اے۔ ایس لندن بابت جنوری ۱۹۴۰ء میں چھپ گیا ہے اور اس میں مکتوب مبارک کا فوٹو بھی شامل ہے۔

اصل نامۂ مبارک ایک جھلی پر ہے جو (۱۳ ½) انچ لمبی اور (۹) انچ چوڑی ہے۔ جس پر علاوہ مُہر کے سترہ

سطریں خط جلی میں ہیں اور صاف پڑھی جاتی ہیں۔ مکاتیب نبویہ بنام مقوقس و منذر کے خط سے اس کا خط بدلا ہوا ہے اور معلوم ہوتا ہے کاتب دوسرا ہوگا۔ لیکن انداز خط اور رسم الخط وہی قدیم ہے۔ مسٹر ڈنلاپ کے دوست ماہرین نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ مکتوبوں کے آخر میں جو مہر ہے وہ بہر حال ہم شکل اور ہم خط اور یکساں ہے۔ اور یہ امر خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ اوپر ہم نے مسٹر ڈنلاپ کے خط کے حوالے سے جو متن نقل کیا ہے اس میں اصلی خط دیکھنے پر خفیف ترمیم کرنی پڑتی ہے۔ چنانچہ سطر ۱۳ میں تومن کی جگہ توقن پڑھا جائے اور سطر ۱۶ میں فاقبل ونصیحتی کی جگہ " فاقبلونصیحتی " (بغیر الف جمع کے) اور سطر ۱۷ میں اتبع کی جگہ اتّبع (دو ت سے) لکھا ہوا ہے۔ اور یہ آخری دونوں چیزیں میرے نزدیک فن تحریر کے آغاز کا زمانہ ہونے کی وجہ سے خط کے اصلی ہونے کی دلیل ہیں۔ زمانۂ مابعد کا جعل ہوتا تو کاتب ایسی " غلطیاں " نہ کرتے۔ اصل میں یہ غلطیاں نہیں ہیں بلکہ عہد نبوی میں ان کا رواج ہونا خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ چنانچہ ماضی جمع کے صیغے میں بارہا بغیر الف کے قرآن میں الفاظ ملتے ہیں اور آیت والسماء بنینٰھا بأیید میں دو ی لکھتے ہیں حالانکہ تلفظ " بأید " ہے۔ نامہ مبارک کی روشنائی کھجور کے رنگ کی سرخ ہے۔ اسے دمشق میں کسی شخص نے ۱۹۳۸ء میں جبشہ کے ایک پادری سے خرید کیا اور اسے کچھ دن انگلستان بھیجا گیا تاکہ برٹش میوزیم وغیرہ کے ماہرین اس کی جانچ کریں اور پھر مسٹر ڈنلاپ کا بیان ہے کہ " میں نے اسے واپس لے جاکر اس کے مالک کو پہنچا دیا جو دمشق کا ایک شہری ہے "۔ مضمون نگار نے یہ بھی لکھا ہے کہ جن ماہرین نے اسے دیکھا ان میں سے متعدد نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس جھلی کا نئے کی جگہ پرانا ہونا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے برٹش میوزیم کے ماہروں نے البتہ اس کا اتنا قدیم ہونا کہ عہد نبوی کا ہو تسلیم نہیں کیا ـــــ لیکن ظاہر ہے کہ جب تک عہد نبوی کی کسی اور اصلی اور مسلمہ جھلی سے اس کا مقابلہ نہ کیا جائے صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ " یہ اتنی پرانی نہیں معلوم ہوتی "۔

کفارِ مکہ کا وفد جبشہ میں

بہر حال جب متعدد جماعتیں مہاجرین کی جبشہ پہنچیں تو مکے والے اس کی روک تھام کے لیے تدبیریں سوچنے لگے آخر انہوں نے ایک وفد بھیجا[1] جو نجاشی سے ان " ملزمین " کی حوالگی کا مطالبہ کرے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو جوابدہی کا موقع دیا۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے مکے میں کوئی جرم یا فعل ناجائز نہیں کیا ہے۔ ہم پہلے گمراہ تھے۔ اب خدا نے ہمارے پاس ایک نبی بھیج کر ہماری ہدایت کا سامان کیا ہے۔ اور ہم ہموطنوں کے ظلم اور بے دردی سے مجبور ہو کر یہاں پناہ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۱۷ و مابعد

لینے آئے ہیں۔ قریشی وفد کا سردار عمرو بن العاص جیسا زبردست موقع شناس سیاست داں تھا۔ چنانچہ اس نے فوراً پہلو بدل کر نجاشی کے نازک اور حساس ترین جذبات پر وار کیا اور پوچھا "مگر مسلمان یہ تو بتائیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کے متعلق کیا عقائد رکھتے ہیں؟" مسلمانوں کے نمائندے حضرت جعفر طیار نے قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں جن میں حضرت عیسیٰ کو روح اللہ، کلمۃ اللہ، ابن مریم اور بن باپ کے پیدا ہونے والا کہا گیا ہے اور ان کے ابن اللہ ہونے کا انکار کیا گیا ہے۔ نجاشی فرقۂ طبیعت واحدہ کا (مانوفزائمسٹ) عیسائی تھا اور ان دنوں اس فرقے اور یونان و روما کے عیسائیوں میں بڑے سخت اختلافات تھے۔ آخرالذکر اس بات کے قائل تھے کہ حضرت عیسیٰ میں بوقت واحد دو طبیعتیں تھیں، انسانی بھی اور خدائی بھی۔

حضرت عیسیٰ کے متعلق سب عیسائی قائل ہیں کہ وہ روح اللہ، کلمۃ اللہ، ابن مریم اور بن باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے شاید یہ کہا جا سکتا ہے کہ نجاشی اور اس کے درباری پادریوں نے مسلمانوں کو بھی عیسائی خیال کیا ہو، اور اس بنا پر بت پرست مکیوں کے حوالے کرنے سے انکار کیا ہو۔ مسلمان حضرت عیسیٰ کے متعلق ابن اللہ ہونے سے یک لخت انکار کرتے ہیں۔ ممکن ہے نجاشی جو فرقۂ طبیعت واحدہ کا پیرو تھا، مسلمانوں کے نقطۂ خیال کی طرف مائل ہو گیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ یہ خیال کرتا ہو کہ مسلمان دراصل عیسائیوں کا ایک نیا فرقہ ہیں[۲]۔ اور رفتہ رفتہ حبشی ماحول میں وہ فرقۂ طبیعت واحدہ میں شامل ہو جائیں۔ اور تاریخ بھی بتاتی ہے کہ ان مسلمانوں میں سے جو اپنے مرکز اور ہادیؐ سے دور جا پڑے تھے کم از کم دو نے عیسائیت قبول کر لی (دیکھئے ابن ہشام صفحہ ۳۴۸، تا ۳۴۹۔ تاریخ طبری صفحہ ۱۷۶۷)۔

نجاشی کا اسلام

مسلمان مولف بہرحال اس کے قائل ہیں کہ نجاشی نے اسلام قبول کر لیا تھا اور یہ کہ جب اس کے مرنے کی اطلاع ملی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ مگر یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے۔ مکے میں بعض عجیب حالات میں عارضی طور سے چند دن کے لیے یہ مشہور ہوا کہ قریش کو آنحضرت صلی اللہ

---

[۱] سورہ مریم کی آیتیں

[۲] اسلام کو شروع ہو کر اس وقت تک بہ مشکل پانچ سال گزرے تھے اور بجز عقائد کے بہت کم احکام نازل ہوئے تھے۔ مسلمان نماز میں بھی غالباً بیت المقدس ہی کی طرف رخ کرتے تھے جو عیسائیوں کا مقدس ترین مقام ہے۔ ان حالات میں ان پر اجنبی کے لیے عیسائیت کا گمان کرنا تعجب کے قابل نہ ہوگا۔ بدقسمتی سے حبشہ کی ہم عصر تاریخیں محفوظ نہیں رہیں ورنہ ہمیں اسلامی مورخوں کے بیانات کا مقابلہ کرنے کا موقع ملتا۔

علیہ وسلم سے اب کوئی پرخاش نہیں رہی، تو فوراً حبشہ سے بہت سے مہاجر وطن واپس آ گئے۔ اس عرصے میں جب حالات کی توضیح ہو گئی تو یہ لوگ اور بعض دیگر مکی مسلمان پھر حبشہ واپس چلے گئے۔

مہاجرین کی واپسی

اس کے بعد کئی سال تک کوئی اور خاص واقعہ پیش نہیں آیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقامی سلوک سے دل برداشتہ ہو کر مدینہ ہجرت کر جاتے ہیں۔ اور مقامی و مضافاتی قبائل سے سمجھوتہ کر کے اپنے اقتدار کو مستحکم کرتے ہیں۔ اور پھر قریش پر، جن کے تجارتی کاروان مسلمانوں کے زیر اثر علاقے سے گزر کر شام جاتے تھے، معاشی دباؤ ڈالتے ہیں۔ اور نتیجۃً بدر وغیرہ کی جنگ ہوتی ہے، جس میں عموماً قریش کو سخت شکست ہوتی ہے تو قریش کی ایک اور سفارت حبشہ جاتی ہے اور موقع دیکھ کر چاہتی ہے کہ آں حضرت صلعم کے خلاف اپنا خصوصاً مہاجرین حبشہ پر آتاریں۔ مگر انہیں اس دفعہ بھی ناکامی ہوتی ہے۔ مملکت اسلامیہ کی عام ترقی کے بعد اب اس بات کی ضرورت نہیں رہی تھی کہ مسلمان غیر ممالک میں پناہ لیتے ہیں۔ اس لیے اس زمانے یعنی ۶ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفیر حبشہ بھیجا کہ ان مہاجرین کو مدینہ لائے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر نجاشی نے مہاجرین میں سے ایک نوجوان بیوہ کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غائبانہ عقد بھی کرا دیا تھا۔ ان بی بی کو ساتھ لے جانا بھی مقصود تھا۔ نجاشی نے دھوم دھام سے مسلمانوں کو رخصت کیا اور انہیں تحفے تحائف دے کر اپنے جہازوں میں مدینہ روانہ کیا۔[۲] مورخ لکھتے ہیں کہ نجاشی نے کئی کشتیاں اور بھی ساتھ کیں جن میں اس کا بیٹا اور بہت سے حبشی تھے۔ اور منشا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوستانہ سلام پہنچانا تھا۔

نجاشی کا خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

طبری اور ابن اسحاق نے نجاشی کا خط بھی محفوظ کیا ہے جس میں نجاشی نے اپنے پوشیدہ اسلام لانے اور اپنے بیٹے کے بھیجنے کا ذکر کیا ہے جو یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الی محمد رسول اللہ من النجاشی الاصحم بن ابجر۔ سلام علیک یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ من اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الذی ھدانی الی الاسلام۔ اما بعد فقد بلغنی کتابک	بخدمت محمد رسول اللہ از طرف نجاشی اصحم بن ابجر، تجھ پر اے اللہ کے نبی سلام، اور اللہ کی رحمت اور برکتیں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ یا رسول اللہ آپ کا خط مجھے ملا جس میں حضرت عیسیٰ کا ذکر تھا۔ زمین اور آسمان کے مالک کی قسم

---

[۱] تاریخ طبری صفحہ ۱۶۰۲ و مابعد [۲] طبقات ابن سعد ج ۱ [۳] طبری صفحہ ۱۵۷۰ - ابن ہشام صفحہ ۱۰۰۲

یارسول اللہ فیما ذکرت من امر عیسیٰ- فورب السماء والارض ان عیسیٰ ما یزید علیٰ ما ذکرت ثغروقا- انہ کما قلت- وقد عرفنا ما بعثت بہ الینا وقد قرینا ابن عمك واصحابہ فاشهد انك رسول اللہ صادقاً مصدوقا- وقد بایعت ابن عمك واصحابہ واسلمت علیٰ یدیہ للہ رب العالمین- وقد بعثت الیك یا بنی ارہا بن الاصحم بن ابجر فانی لا املك الا نفسی وان شئت ان آتیك فعلت یارسول اللہ فانی اشهد ان ما تقول حق- والسلام علیك یا رسول اللہ

کہ آپ کی بیان کردہ چیز سے حضرت عیسیٰ رتی بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ وہ ویسے ہی تھے جیسا آپؐ نے فرمایا ہے۔ ہم نے آپؐ کے فرستادوں سے تعارف حاصل کیا اور آپؐ کے چچازاد بھائی اور اس کے ساتھیوں کی مہمان داری کی۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے اور تصدیق یاب رسول ہیں۔ میں نے آپؐ کے چچازاد بھائی اور اس کے ساتھیوں کی بیعت کی اور اس کے ہاتھوں خدائے رب العالمین کے سامنے سر اطاعت تسلیم کیا۔ میں نے آپؐ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم بن ابجر کو بھیجا ہے کیونکہ میں اپنی ذات کے سوا کسی کا مالک نہیں. اگر آپ چاہیں کہ میں آپؐ کے پاس آجاؤں تو آجاؤں گا کیوں کہ میں اقرار کرتا ہوں کہ جو آپؐ فرماتے ہیں وہ حق ہے۔ السلام علیک یا رسول اللہ.

یہ وفد حبشہ سے چلا لیکن بعض مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کشتیاں جن میں حبشی سوار تھے سب ڈوب گئیں۔ تو بعض دیگر مورخ بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے چند سلامت رہیں۔ جب یہ سفارت مدینہ آئی تو آں حضرت صلعم وفور اخلاق سے ان کی خود خدمت کرتے رہے۔ یہ حبشی سپاہی بعض جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک بھی رہے۔ نے تاریخ مدینہ میں یہاں تک لکھا ہے کہ نجاشی کے بیٹے نے حضرت علیؓ سے موالات یا بھائی چارہ اختیار کر لیا اور حبشہ واپس جا کر تخت نشین ہونے سے انکار کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط نجاشی کے نام

اس سفارت کے جواب میں آں حضرت صلعم نے بھی نجاشی کو کچھ تحفے بھیجے مگر اس عرصے میں اس نجاشی کا انتقال ہو گیا۔ امام مسلم لکھتے ہیں کہ اس کے جانشین کو آں حضرتؐ نے ایک تبلیغی خط لکھا مگر اس کا انجام معلوم نہیں۔ یہ خط بیہقیؒ نے ابن اسحاق کی کتاب سے نقل کرکے محفوظ کیا ہے[۱] اور وہ یہ ہے:

ھذا کتاب من محمد النبی الی النجاشی الاصحم عظیم الحبشہ- سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ وآمن باللہ ورسولہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك لہٗ

یہ خط پیغمبر محمدؐ کا حبشیوں کے سردار نجاشی اصحم کے نام ہے۔ سلامتی اس شخص کے لیے ہے جو راہِ ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا

---

[۱] حوالے طبری صفحہ ۱۵۱۹ تا ۱۰- عن ابن اسحاق- صبح الاعشیٰ جلد ۶ صفحہ ۴۶۶ تا ۶۷ عن ابن اسحاق تاریخ ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۸۴- زادالمعاد لابن القیم ج ۳ صفحہ ۶۰- ۶۱- اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین لابن طولون خط ۳- زیلعی، تخریج احادیث- الہدایہ کا ضمیمہ، مکتوب ۲/۱۰- سواطع الانوار و تاریخ حبشہ بر موقع ۵ھ میں نے ہدایہ ابن کثیر میں یہ حوالہ پایا ہے۔

لم يتخذ صاحبة ولا ولدا وان محمد اعبدہٗ ورسوله- وادعوك بدعاية الاسلام فانی انا رسوله- وأدعوك بدعاية الاسلام فانی انا رسوله فأسلم تسلم- يا اهل الكتاب تعالوا الی كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله- فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون- فان ابيت فعليك اثم النصاری من قومك- (مہر)

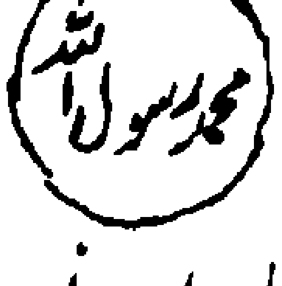

ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے نہ بیوی ہے نہ بچہ اور یہ بھی کہ محمد اسی خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ میں تجھے اسلام کے بلاوے کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اسی کا رسول ہوں۔ اسلام لا تو سلامت رہے گا۔ اے اہلِ کتاب ایک ایسی بات پر آجمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے۔ یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ شرک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ آپس میں اپنوں ہی کو رب بنائیں۔ اگر وہ پلٹ جائیں تو کہہ دو کہ ہم تو (خدا کے) فرمانبردار ہیں اگر تو انکار کرے تو تیری قوم کے نصرانیوں کا وبال تجھی پر پڑے گا۔

حبشی اطالوی جنگ کی ابتدا میں اخباروں نے (ہمدم نے مصر کے اخبار البلاغ سے اور اس نے ادیس ابابا کے اخبار برہان اسلام سے نقل کرکے) یہ خبر شائع کی تھی کہ نجاشی نے اپنے خزانے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خط جو اب تک محفوظ ہے، نکال کر مسلمانوں کے ایک وفد کو دکھایا۔ اس خط کی جو عبارت نقل کی گئی ہے، وہ وہی ہے جو اوپر درج کی گئی ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ بیان کس حد تک صحیح ہے۔ اس سے پہلے حبشہ کے اس اثری خزانے کی خبر کبھی نہیں آئی تھی، حالانکہ موجودہ خبر کے بموجب حبشی اس سے اکثر مشکل اوقات میں کام لیتے رہے ہیں۔ آنحضرت صلعم کے دو اور اصلی خطوط گزشتہ صدی عیسوی کے ربع سوم میں دستیاب ہوئے ہیں اور ان کے فوٹو بھی مشرق اور مغرب کے علمی رسالوں میں شائع ہوئے ہیں۔ ان دونوں کے متن بھی بالکل وہی ہیں جو کہ قدیم عربی تاریخوں میں محفوظ ہیں۔ اگر نجاشی کے اس مزعومہ خط کا بھی فوٹو حاصل ہو سکے تو ہم کسی بہتر نتیجے پر پہنچ سکیں گے۔ اگر نجاشی ہایلا سلاسی نے اپنی جلاوطنی کے زمانے میں مجبوراً فلسطین میں ان یادگاروں کو فروخت کر دیا تھا جیسا کہ اوپر مسٹر ڈنلاپ کے خط سے اس خط کی اصل کو پانے کے واقعے سے نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے تو پھر شہادت زیادہ قابلِ قبول ہو جاتی ہے۔

حبش کے ساتھ مسلمانوں کے دوستانہ تعلقات

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں مسلمانوں کے تعلقات حبشہ کے ساتھ بے حد دوستانہ رہے۔ اور ایسی متعدد حدیثیں ملتی ہیں جن میں آں حضرت صلعم نے حبشیوں سے اچھا برتاؤ کرنے کی تاکید کی ہے۔ ابتدائی دورِ اسلام میں بعض فرزندانِ حبش نے رسول کریمؐ کا جس جوش و صداقت کے ساتھ ساتھ دیا اسے مسلمان اب بھی ادب کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ اور پہلے موذّن حضرت بلال حبشیؓ کے نام میں وہ کشش ہے کہ جاوی زبان میں بلال کے معنے خود موذن کے ہیں۔ اور لندن کی مسجد میں (جو محلۂ پٹنی میں ہے) سب سے پہلے انگریز موذّن کا نام بھی بلال رکھا گیا تھا۔ اور اب بہت کم لوگ جانتے یا جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان مسٹر بلال کا اصلی

نام کیا تھا۔ اور یہ گورے بلال خود بھی کالے بلال کے ہم نام ہونے پر فخر کیا کرتے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابرہہ کے حملے کے سلسلے میں بہت سے حبشی بیمار ہو کر مکے ہی میں رہ گئے۔ کچھ عرصہ ہوا مشہور مشرقیاتی پادری لامنس نے ۱۹۱۶ء کے ژورنال آزیاتیک (پاریس) میں ایک عجیب اور قابلِ غور مضمون لکھا ہے :۔

Les Ahabis Et L'organisation Militaire. De la Mecque Au Siecle De L'Hegire

" یعنے حبشی اور قرنِ ہجرت کا فوجی نظام مکے میں "

اس میں وہ متعدد عربی حوالوں کی بنا پر یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ قریش نے ایک مستقل فوج قائم (STANDING ARMY) تیار کی تھی جن میں ان کے حبشی غلام اور بہت سے تنخواہ یاب حبشی سپاہی کام کرتے تھے۔ اور قریش ان کو نہ صرف اپنے تجارتی کاروانوں کے سفر کے وقت بطور محافظ دستہ ساتھ لے جایا کرتے تھے، بلکہ اپنی جنگوں میں بھی ان سے کام لیتے تھے۔ مسلمانوں سے جنگوں کے سلسلے میں اکثر " قریش واحابیشہا " کا ذکر تاریخوں میں آیا ہے۔

مصر کے جنوبی علاقے میں اسلام کی اشاعت

عہدِ نبوی کے بعد مسلمان جب تیزی سے چاروں طرف پھیلنے لگے تو مصر کا جنوبی علاقہ بھی نورِ اسلام سے منور ہونے لگا۔ معلوم نہیں وہاں اسلام کا آغاز کب اور کس طرح ہوا۔ چونکہ مصر سے اس علاقے کے تجارتی تعلقات قدیم اور کثیر تھے اس لیے مصر کی فتح کے بعد ہی عرب مسلم تاجروں نے اسلام یہاں پہنچا دیا ہوگا۔ بہرحال حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں نوبیہ کے علاقے میں مسجدوں کا پتہ چلتا ہے۔ مقریزی نے خطط مصر (باب "البقط") میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمروؓ بن العاص حضرت عمرؓ کے زمانے میں مصر میں فاتحانہ آئے تو انہوں نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں بیس ہزار فوج دے کر مصر کے جنوب میں نوبیہ روانہ کیا۔ اور جب بہت دن ہو گئے تو عمرو بن العاصؓ نے ان کو واپسی کا حکم دیا۔

نوبیہ پر مسلمانوں کی چڑھائی اور معاہدہ

جب عمرو بن العاصؓ کی وفات ہوگئی تو نوبیوں نے اس صلح کو توڑ دیا جو ان میں اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح میں ہوئی تھی اور وہ جنوبی مصر میں بکثرت لوٹ مار کرنے لگے۔ اس پر عبداللہ بن سعد نے مکرر نوبیہ پر چڑھائی کی اب یہ خود مصر کے گورنر ہو گئے تھے اور یہ ۳۱ھ یعنے حضرت عثمانؓ کا زمانہ ہے۔ چنانچہ نوبیہ کے پائے تخت دنقلہ (دونگولہ) کا محاصرہ کر کے منجنیق سے پتھر برسائے جس سے ان کا گرجا منہدم ہو گیا۔ اس پر ان کا بادشاہ قلیدروث گھبرا گیا اور بڑی عاجزی سے صلح کی درخواست کی اور معذرت کی کہ کھانے پینے کی تنگی سے لوٹ مار ہوتی ہے۔ چنانچہ مکرر صلح ہوئی جس میں نوبیوں نے سالانہ تین سو ساٹھ غلام کا پیش کش کرنے کا اقرار کیا اور مسلمانوں نے

ان کو غلہ ہدیہ کرنا منظور کیا۔ اور ایک معاہدہ لکھا گیا جو بقط (Pact) کہلاتا ہے۔ اس کی نقل جس میں دنقلہ کی جامع مسجد کا بھی ذکر ہے یہ ہے :۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

۱۔ عهد من الامير عبد الله بن سعد بن ابی سرح لعظيم النوبه ولجميع اهل مملكته ۔ ۲ عهد عقده على الكبير والصغير من النوبه من حد ارض اسوان الى حد ارض علوة ۔ ۳ ۔ ان عبد الله بن سعد جعل لهم امانا وهدنة جاريه بينهم وبين المسلمين ممن جاورهم من اهل صعيد مصر وغيرهم من المسلمين واهل الذمة ۔ ۴ ۔ انكم معاشر النوبة امنون بامان الله وامان رسوله محمد النبي صلى الله عليه وسلم ان لا نحاربكم ولا نغزوكم ما اقمتم على الشرائط التى بيننا و بينكم ۔ ۵ ۔ على ان تدخلوا بلدنا مجتازين غير مقيمين فيه وندخل بلدكم مجتازين غير مقيمين ۔ ۶ ۔ وعليكم حفظ من نزل بلدكم او يطرقه من مسلم او معاهد حتى يخرج عنكم ۔ ۷ وان عليكم رد كل ابق خرج اليكم من عبيد المسلمين حتى تردوه الى ارض الاسلام ولا تستولوا عليه ولا تمنعوا منه ولا تتعرضوا المسلم قصده وحاوره الى ان ينصرف ۔ ۸ ۔ وعليكم حفظ المسجد الذى ابتناه المسلمون بفناء مدينتكم ولا تمنعوا منه مصليا وعليكم كنسه وسرجه ۔ ۹ وعليكم فى كل سنة ثلاث مائة وستون رأسا تدفعونها الى امام المسلمين من اوسط رقيق بلادكم غير المعيب يكون فيها ذكران واناث، ليس فيها شيخ هرم ولا عجوز ولا طفل لم يبلغ الحلم، تدفعون ذالك الى والى اسوان۔

۱۔ امیر عبداللہ بن سعد کا معاہدہ نوبہ کے حکمران اور جملہ اہل ملک کے لیے۔ ۲۔ جو نوبہ کے بڑے چھوٹے سبھوں کے لیے اسوان سے علوہ تک کے علاقے کے لیے کیا گیا۔ ۳۔ عبداللہ بن سعد نے ان سے دامی امن وصلح منظور کی ہے جو ان کے اور جنوبی مصر وغیرہ کے مسلمانوں اور ذمیوں کے مابین ہوگی۔ ۴۔ اے نوبہ والو! تمہیں خدا ورسول کا امان دیا جاتا ہے۔ ہم تم سے نہ جنگ کریں گے نہ لڑائی جب تک تم ہماری باہمی شرطوں کو پوری کرو۔ ۵۔ یہ کہ تم ہمارے ملک میں آکر گزر سکو گے، بس نہ سکو گے اور ہم تمہارے ملک میں آکر گزر سکیں گے مقیم نہیں ہو جائیں گے۔ ۶۔ جو مسلمان یا ذمی تمہارے ملک میں آئے یا اس میں سے گزرے تو تمہارے علاقہ سے واپسی تک اس کی حفاظت تمہارا فرض ہے۔ ۷۔ اور مسلمانوں کا کوئی بھگوڑا غلام تمہارے پاس آئے تو تم اسے اسلامی سرزمین میں واپس کر دو گے اس پر قبضہ نہ کر لو گے اور نہ اس سے کوئی مسلمان ملنا اور بات کرنا چاہے تو تم ممانعت وتعرض کرو گے تا آنکہ وہ مسلمان واپس چلا جائے۔ ۸۔ تمہارے شہر میں مسلمانوں نے جو مسجد بنائی ہے اس کی حفاظت تمہارا فرض ہے، وہاں کسی نمازی کو جانے سے تم نہ روکو گے۔ وہاں جھاڑو صفائی اور روشنی تمہارا فرض ہے۔

۹۔ تم سالانہ تین سو ساٹھ غلام مسلمانوں کے حکمران کو خراج دو گے جو اوسط قسم کے تمہارے ملک کے ہوں، ان میں عیب نہ ہوں کچھ مرد اور کچھ عورتیں۔ مگر نہ بہت بوڑھے اور نہ نابالغ یہ اسوان کے والی کے سپرد کیے جائیں گے۔ ۱۰۔ علوہ اور اسوان کے مابین تم پر کوئی حملہ آور ہو تو اس کو روکنا مسلمانوں کا فرض نہیں۔

۱۱۔ اگر تم مسلمانوں کے کسی بھگوڑے غلام کو پناہ دو یا کسی مسلمان یا ذمی کو

۱۰ - وليس على المسلمين دفع عدو عرض لكم ولا منعه منكم من حد ارض علوة الى ارض اسوان ۱۱ - فان اديتم عبد المسلم او قتلتم مسلما او معاهدا او تعرضتم للمسجد الذى ابتناه المسلمون بفناء مدينتكم بهدم او منعتم شيئا من ثلاثمائه راس وستين راسا فقد برئت منكم هذه الهدنه والامان وعدنا نحن وانتم على سواء حتى يحكم الله بيننا وهو خير الحاكمين ۱۲ - علينا بذالك عهد الله وميثاقه وذمته وذمة رسوله محمد صلى الله عليه وسلم ولنا عليكم بذالك اعظم ما تدينون به من ذمة المسيح وذمة الحواريين وذمة من تعظمونه من اهل دينكم وملتكم الله شاهد بيننا وبينكم على ذالك ۱۳ - كتبه عمرو بن شرحبيل فى رمضان سنة احدى وثلاثين۔

قتل کر دیا اس مسجد سے تعرض کرو جو مسلمانوں نے تمہارے شہر میں تعمیر کی ہے اور اس کو منہدم کر دیا تین سو ساٹھ غلاموں کے پیش کش میں کمی کرو تو یہ صلح و امان ختم ہو جائے گا اور ہم حالت برابری پر عود کر آئیں گے تا آنکہ خدا ہم میں فیصلہ نہ کرے۔ وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ ۱۲ ہم پر اس سلسلے میں خدا اور رسول کا ذمہ اور واسطہ ہے اور ہمارے لیے تم پر تمہارے دین کی سب سے بڑی اعتقادی چیز یعنی حضرت مسیح اور حواریوں اور اپنے دین و ملت کے دیگر بزرگ اشخاص کی ذمہ داری ہے۔ اللہ ہم میں اور تم میں گواہ ہے۔ ۱۳ اسے ۳۱ھ میں رمضان میں عمرو بن شرحبیل نے تحریر کیا۔

مقریزی نے تفصیل کے ساتھ اس معاہدے کی تعمیل کی رسمیں بیان کی ہیں کہ ہر سال غلاموں کی حوالگی کے وقت کیا طریقہ انجام پاتا تھا اور کس طرح رواج نے گورنر مصر اور افسران متعلقہ کے لیے بھی کچھ حقوق مستقرہ پیدا کر دیئے تھے اور کس طرح اور کس مقدار میں انہیں غلہ عطا کیا جاتا تھا، اور یہ کہ رواج نے کس طرح غلے کے علاوہ کپڑے وغیرہ کو بھی اس میں شامل کرا دیا تھا۔ چونکہ نوبی قوم عیسائی تھی اس لیے سالانہ سفارت کے موقع پر ایک زمانے میں شراب کے پیپے بھی تحفہ دیئے جانے لگے تھے اور علما نے اس میں مداخلت کی تھی۔

حبش کے بعض ساحلی علاقے اور ان کا یکساں نظم

حبشہ اور نوبیہ سے متصل بجہ کا علاقہ ہے جو دریائے نیل اور بحر احمر کے مابین بندر عیذاب (حالیہ پورٹ سوڈان) سے جنوبی سکین تک پھیلا ہوا ہے۔ مقریزی (باب "ذکر البجۃ") نے لکھا ہے کہ ان میں بھی، جنوبی ہند کے بعض ساحلی علاقوں کی طرح، مادرانہ معاشرہ رائج تھا یعنے کسی کا وارث بیٹا نہیں بلکہ بھانجا اور نواسہ ہوتا تھا۔ اور یہ کہ ان میں کوئی سیاسی تنظیم اور کوئی مذہب نہ تھا۔ جب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے نوبہ پر حملہ کیا تھا تو اس علاقے پر بھی توجہ کی تھی لیکن جب یہاں کی حالت سے آگاہی ہوئی کہ کوئی حکومت ہی نہیں ہے جو مقابلہ کر سکے تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا حتیٰ کہ کوئی معاہدہ تک نہیں طے ہوا۔ اور یہ کہ سب سے پہلی مرتبہ ان سے معاہدہ عبیداللہ بن الحبحاب السلولی (زمانہ گورنری ۱۱۶ھ تا ۱۲۳ھ) نے کیا تھا جس میں مذکور تھا کہ "سالانہ ان لوگوں کو تین سو اونٹ دیئے جایا کریں گے۔ یہ تجارت کے لیے اسلامی سرزمین سے گزر سکیں گے لیکن وہاں بس جانے کی اجازت نہ ہوگی۔ یہ کہ ان کے علاقے میں مسلمان اور ذمی رعایا کو جان و مال کا امن حاصل رہے گا ورنہ ان سے معاہدہ کالعدم سمجھا جائے گا۔ نیز یہ کہ مسلمانوں کے غلام بھاگ کر ان کے علاقے میں آئیں تو وہ واپس کر دینے پائیں گے۔" معاہدے کی تعمیل کے لیے ان کا ایک وکیل بطور یرغمال مصر میں رہتا تھا۔ اور

خلاف ورزی کی سزائیں مقرر تھیں چنانچہ ایک بکری کی لوٹ پر چار دینار اور ایک گائے کی لوٹ پر دس دینار جرمانہ ہوتا تھا اور بھگوڑے غلاموں کی عدم واپسی پر بھی ان سے مواخذہ کیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان کے علاقے میں مسلمان جاکر بسنے، وہاں کے شاہی خاندان میں شادی بیاہ کرنے اور ان کی کانوں کو کھود کر استفادہ کرنے لگے جس کے باعث ان لوگوں کا وحشی پن بھی رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا۔ لیکن خلیفہ مامون کے زمانے میں ان لوگوں نے لوٹ مار بہت شروع کی تو سپہ سالار عبداللہ بن جہم کو بھیجا گیا اور مختلف معرکہ آرائیوں کے بعد بجہ کے حاکم کنون بن عبدالعزیز نے صلح چاہی جس کا طویل متن مقریزی نے نقل کیا ہے جس کے اہم فقرات یہ ہیں:

"تو اور تیری رعایا سب خلیفہ مامون کے غلام سمجھے جائیں گے البتہ اپنے علاقے میں تو حسب حال بادشاہ رہے گا اور تو حسب سابق سو اونٹ یا تین سو دینار کا سالانہ خراج ادا کرے گا..... اسلام، قرآن یا جناب رسالتؐ کی شان میں کوئی گستاخی کرے تو معاہدہ منسوخ سمجھا جائے گا..... دشمنان اسلام کو تم لوگ نہ دو گے..... کسی مسلمان یا ذمی آزاد کو قتل کیا تو دس خوں بہا اور غلام کو تو قیمت کا دس گنا، اور اسی طرح اسلامی رعایا کا مال لوٹے تو دس گنا جرمانہ وصول کیا جائے گا...... اسلامی رعایا کو تیرے علاقے سے گزرنے میں کوئی ممانعت نہ ہوگی اور نہ رہزنی کی جائے گی..... مسلمانوں کی بنائی ہوئی مسجدوں کو نہ ڈھاؤ گے...... کنون بن عبدالعزیز بطور یرغمال مصر میں مقیم رہے گا تاکہ معاہدے کی تعمیل کا اطمینان حاصل ہو...... اسلامی افسر مسلمانان بجہ سے زکات وصول کرنے علاقے بجہ میں آسکیں گے... اس کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کیا گیا اور اس پر گواہیاں بھی ثبت کرائی گئیں۔"

معاہدہ کی تعمیل خلیفہ متوکل کے زمانے تک ہوتی رہی۔ پھر لوٹ مار بڑھ گئی تو ایک مہم بھیجی گئی جس نے فن حرب کی مہارت سے باوجود تعداد کی کمی کے، دشمن کو فاش شکست دی اور ان کے حکمران کو بغداد جاکر خلیفہ کے قدموں پر گرنے پر مجبور کیا۔ یہ ۲۴۱ھ کا واقعہ ہے اور بعض مزید حقوق مسلمانوں کے لیے حاصل کرکے مکرر صلح کی گئی۔

حبشی علاقوں کے بہت سے حالات مقریزی نے "الالمام" نامی ایک مستقل کتاب میں بھی لکھے ہیں۔ لیکن ہمارا موضوع قبل اسلام اور ابتدائے اسلام کے تعلقات کا تذکرہ ہے اور بعد کے حالات محض تکملہ ہیں۔

زیردستوں کی آقائی

مترجمہ شاہ محمد جعفر پھلواروی

مصر کے مشہور مفکر و ادیب ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی کتاب الوعد الحق کا شگفتہ ترجمہ - قیمت ۳ روپے ۸ آنے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور